ضلعی حکومتیں......ایک اور نیا تجربہ

قیام پاکستان سے لیکراب تک وطن عزیز میں جمہوریت کے نام پر کئی تجربات ہوچکے ہیں۔سرکاری غیرسرکاری جماعتی اور غیر جماعتی انتخابات ہوئے۔لیکن کوئی ایک تجربہ بھی کامیاب نہ ہوا۔اور نہ ہی اس کی طبعی عمر پوری ہونے پائی۔بلکہ عسکری حکومتیں مارشل لاء کی چھڑی سے انہیں گھر کا راستہ دیکھاتی رہیں اور نیا تجربہ کرنے کی منصوبہ بندی شروع ہوجاتی۔ بلدیاتی الیکشن سے لیکر سینٹ تک کئی مرتبہ یہ کھیل کھیلا جا چکا ہے۔کسی ایک مرتبہ بھی ان اداروں کومکمل آزادی کے ساتھ کام کرنے اوراپنے منشور پر عمل کرنے کا موقعہ نہ دیا گیا۔کہہ کران اداروں کو توڑ دیا جاتا رہا کہ یہ ناکام ہوگئی ہے۔جبکہ یہ بات معروف ہے کہ جب کسی کوکام کا موقعہ ہی نہ دیا گیا ہو۔بھلا وہ اپنی کارکردگی کیسے دیکھا سکتا ہے۔اوراس بات کی کیا ضمانت کہ آنے والے صحیح کارکردگی کا مظاہرہ کریں گے۔جبکہ وہی لوگ دوبارہ سہ بارہ منتخب ہوکران اداروں میں پہنچ جاتے ہیں۔

عسکری حکومتیں ہمیشہ بلدیاتی الیکشن دھوم دھام سے کراتی ہیں تاکہ یہ تاثر دیا جائے کہ ملک میں جمہوریت ہے۔

یہی صورت حال موجودہ حکومت میں پائی جاتی ہے۔ان کا دعویٰ ہے کہ ہم جمہوری حکومتوں سے بہتر جمہوری ماحول پیدا کررہے ہیں۔اور اصل جمہوریت بحال کرنے کیلئے بلدیاتی الیکشن مرحلہ وار پورے ملک میں منعقد کرائے گئے اوراب ناظمین کے انتخاب کے ساتھ یہ مرحلہ مکمل ہوگیا ہے، چونکہ یہ ضلعی حکومتوں پرمبنی بالکل منفرد اور نیا بلدیاتی نظام ہے اور 14 اگست سے انہیں اختیارات دے دیئے گئے۔اوراب حکومتی کارندے بڑے زورشور سے یہ دعویٰ کررہے ہیں کہ اس نظام سے انقلاب آجائے گا۔لوگوں کے حالات سنور جائیں گے۔ان کے مسائل ان کے ضلعوں میں حل ہوجائیں گے وغیرہ وغیرہ۔اس پر تبصرہ کرنا قبل از وقت ہے۔یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے وقت بتائے گا آیا یہ ادارے اپنی مدت پوری بھی کرتے ہیں یا نہیں؟ یا محض عسکری حکومت نے اپنی ضرورت کیلئے یہ ڈرامہ رچایا ہے؟ لیکن ایک بات بخوبی سمجھ میں آتی ہے۔کہ اس سے قبل بھی بلدیاتی الیکشن ہوتے رہے۔اور تحصیل اور ضلع کے سربراہ بھی منتخب ہوتے رہے ہیں۔شہروں کے میئر بھی بنتے رہے۔لیکن عوامی مسائل جوں کے توں رہے۔اب جبکہ وہی حالات ہیں؟ وہی آمدنی ہے؟ وہی وسائل ہیں؟ کیا لیبل تبدیل ہونے سے کچھ فرق پڑے گا؟ کیا اختیارات ملنے سے حالات سدھر جائیں گے؟

اصل جمہوریت کا دعویٰ کرنے والوں کی حقیقت اس وقت سامنے آگئی۔ جب اپنے پسندیدہ ناظموں کو کامیاب کرانے کیلئے پوری حکومتی مشینری حرکت میں آگئی۔اورکونسلر حضرات کو نہ صرف مجبور کیا جاتا رہا۔بلکہ انہیں سرکاری سرپرستی میں رکھ کر ووٹ حاصل کیے گئے۔

الیکشن پر کروڑوں روپے صرف ہوتے ہیں اور آئے دن یہ ملک ایسے تجربات کا متحمل نہیں ہوسکتا اس لئے بار بار الیکشن کے تجربات سے اجتناب کرنا چاہئے۔

موجودہ نظام کے مطابق ایک یونین کونسل سے ناظم نائب ناظم اور بڑی تعداد میں کونسلرز منتخب ہوئے ہیں۔وہ بجائے خود ایک سوالیہ نشان ہیں۔کہ ان کا مصرف کیا ہے؟

خواتین کے مسائل حل کرنے کیلئے 33% نمائندگی خواتین کو دی گئی ہے۔اور جو خواتین اس مرحلے میں منتخب ہوئی ہیں۔

ان کی اکثریت ان پڑھ، حالات سے ناواقف اور خود کئی مسائل کا شکار ہیں۔ وہ کس طرح خواتین کے مسائل حل کریں گی۔خصوصا سندھ سے منتخب ہونے والی عمر رسیدہ اور کسی سہارے کے بغیر نہ چل سکنے والی کونسلرز کیا کریں گی؟ کیا محض نمائندگی سے مسائل حل ہوجائیں گے؟

ہماری آبادی کا 80% حصہ دیہاتوں میں مقیم ہے جہاں بنیادی ضرورتوں کا نہ صرف فقدان ہے بلکہ دور دور تک اس کے آثار بھی دیکھائی نہیں دیتے۔غریب مفلس لوگ چھوٹے چھوٹے زمینداراوران کے بیوی بچے سارا دن کھیتوں میں محنت مزدوری کرتے ہیں تاکہ گھر کا خرچہ چل سکے وہ کیونکر تعلیم صحت اور دیگر سہولتوں کا تقاضا کریں گے۔ان کے اصل مسائل تو روزگار ہے۔

اسلام آباد کے سرد کمروں میں بیٹھ کر یہ نظام مرتب کرنے والے یہ بھول جاتے ہیں کہ اس نظام کی عملی شکل ممکن نہیں ہے۔کیونکہ اس نظام کو قائم رکھنے اور چلانے کیلئے وسائل کی ضرورت ہے۔جو نظر نہیں آتے؟

اس لئے ہم ارباب حکومت سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ وطن عزیز کے ساتھ رحم کریں اور جو نظام بھی لارہے ہیں اس میں اخلاص پیدا کریں تاکہ اس کے مثبت نتائج سامنے آئیں۔ورنہ جن خدشات کا اظہار کیا گیا۔وہ لوگوں کو بدگمان کرنے کیلئے کافی ہیں۔اورلوگوں کے مسائل حل کرنے میں ہر ممکن مدد کرتے ہیں۔